عزیز ہندی امرتسری مرحوم

ترتیب و تلخیص
سید محمد کفیل بخاری

تحریک ہجرت اور شاہ جی

عزیز ہندی امرتسری تحریک خلافت میں ابھر کر سامنے آئے۔ ان کا اصل نام "غلام محمد" تھا مگر عزیز ہندی کے نام سے معروف ہوئے۔ وہ تحریک ہجرت کے زبردست داعی و نقیب تھے۔ آزادی کی مختلف تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ قید و بند کی تمام صعوبتیں بخوشی قبول کیں۔ حتیٰ کہ زندگی کے تیس سال جیلوں میں گزار دیئے۔ ہندوستان سے ہجرت کر کے افغانستان گئے تو وہاں بھی قید کر دیئے گئے۔ آخری سترہ سال افغانستان کی جیل میں گزارے۔ قیام پاکستان کے کافی عرصہ بعد غالباً لاہور میں ان کا انتقال ہوا۔ وہ تحریک آزادی کے سبھی مجاہدوں سے محبت رکھتے تھے مگر حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ سے انہیں والہانہ محبت تھی اور اپنے دل میں ان کے لئے بڑا احترام رکھتے تھے۔ میری والدہ محترمہ کی روایت ہے کہ تقسیم سے قبل امرتسر میں حضرت امیر شریعت کے ذاتی کتب خانہ میں عزیز ہندی مرحوم کی کتاب "زوال غازی امان اللہ" موجود تھی جس کے سرنامہ پر یہ عبارت تحریر تھی۔

"وہ جو مجھے خادمان ملی کی صف میں سب سے پیارا اور باوصف دکھائی دیتا ہے۔ اس کی خدمت میں اپنی یاد کے طور پر تقدیم کرتا ہوں"۔۔۔ عزیز ہندی

زیر نظر مضمون، ان کی کتاب "تحریک ہجرت" کے مختلف حصوں سے اخذ کیا گیا ہے (مرتب)

دسمبر ۱۹۱۹ء میں (امرتسر میں) منعقد ہونے والے مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں صدر حکیم محمد اجمل خان قرار پائے تھے۔

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کو ان دنوں تازہ تازہ انگریزی حکومت کی طرف سے (سر) کا خطاب ملا تھا۔ لوگ ان سے اس بناء پر ناراض تھے کہ کیوں انہوں نے انگریزی خطاب کو قبول کیا ہے۔ مسلمانوں نے ان سے کہا کہ ہم ان کے شعر ہرگز نہیں سنیں گے۔ وہ انگریزی سامراج کے پٹھو بن چکے ہیں، لیکن مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی کے کہنے سے جو صدر مسلم لیگ کے دائیں بائیں بڑی شوکت و شان سے کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے، سامعین ان کے اشعار سننے پر رضامند ہو گئے۔

یہی حال مولانا ظفر علی خاں کا بھی تھا۔ انہوں نے بھی اپنی طویل نظر بندی کے دوران حالات سے تنگ

آکر "ستارۂ صبح" کے نام سے اخبار نکالنے کی معذرت کے ساتھ انگریزی حکومت سے اجازت طلب کی تھی جو دے دی گئی تھی۔ اسی بناء پر مسلمان ان سے بھی بپھرے ہوئے تھے۔ انہیں اس جلسہ گاہ میں کوئی پوچھتا تک نہ تھا اور گو وہ نظر بندی سے رہا ہو کر آئے تھے، لیکن ان کی زبان بندی اب تک قائم تھی عین رات کے کھلے اجلاس میں جب ان کی زبان بندی کے ختم ہونے کا حکم بذریعہ ٹیلیگرام موصول ہوا، تو ان کے ہوا خواہوں نے کہہ سن کر جلسے میں انہیں تقریر کرنے کی اجازت دلوا دی، لیکن وہ اپنا رنگ جمانے میں بالکل ناکام رہے، کیونکہ ان سے پہلے سید عطاء اللہ شاہ بخاری جو سیاست کے میدان میں تازہ وارد ہوئے تھے، اپنی فصاحت و بلاغت اور اپنی پر جوش تقریر کی بناء پر پورے جلسے پر چھا چکے تھے۔ انہوں نے اس جلسے میں "فیقتلون و یقتلون" کی تفسیر کرتے ہوئے کھلے بندوں مسلمانوں کو جہاد کرنے کی تلقین کی تھی۔

تحریک ہجرت کا آغاز ۱۹۲۰ء میں اپریل کے مہینے میں دہلی شہر کے اندر ہوا۔ مولانا حسرت موہانی نے یہاں "خدام خلافت کانفرنس" منعقد کی تھی، جس میں غیر منقسم ہندوستان کے تقریباً تمام صوبوں کے مسلمان نمائندے شریک ہوئے تھے۔ میں بھی انہیں نمائندوں میں سے ایک تھا، جو مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور مولانا داؤد غزنوی کے ہمراہ امرتسر سے منتخب ہو کر آیا تھا۔ اس کانفرنس میں گوجرانوالہ سے ملک لعل خان، مشہور خلافتی کارکن اور چارسدہ پشاور سے عبدالغفار خاں، جو بعد میں سرحدی گاندھی اور سرخپوشوں کی تحریک "خدائی خدمتگاروں" کے لیڈر مشہور ہوئے، شریک ہوئے تھے۔

اس کانفرنس کے منعقد کرنے کا مقصد جو ہمیں بعد میں جا کر معلوم ہوا یہ تھا کہ آل انڈین خلافت کمیٹی کے مرکزی دفتر کو دہلی میں تبدیل کیا جائے جو صرف دو مہینے پہلے مولانا شوکت علی نے بمبئی میں قائم کیا تھا۔

دہلی ہندوستان کا دارالخلافہ بن چکا تھا اور اہل دہلی کی یہ خواہش تھی کہ آل انڈیا خلافت کمیٹی کا مرکزی دفتر بھی دارالخلافہ ہی میں ہونا چاہیے۔ مولانا حسرت موہانی اس تحریک کی سربراہی فرما رہے تھے، تمام مندوبین کانفرنس "خدام خلافت" کے نام سے متاثر ہو کر اس کانفرنس میں شرکت کے لئے آئے تھے انہیں اپنے گھروں سے نکلتے وقت یہی خیال تھا۔ کہ مرکزی خلافت کمیٹی کے ماتحت یہ کانفرنس منعقد ہو رہی ہے، جس میں غالباً خدام خلافت کے لیے کوئی جاذب نظر لائحہ عمل تجویز ہوگا۔ میں نے بہت سے بھوپال کے مندوبین کو دیکھا جو اپنی ماؤں سے دودھ بخشوا کر آئے تھے۔ انکا خیال تھا کہ وہ جہاد کے لئے بلائے جا رہے ہیں اور شاید اپنے گھروں کو واپس نہیں لوٹ سکیں گے۔ واقعی جو پوسٹر جلب توجہ کے لئے دہلی سے بھیجے گئے تھے، اس میں خدام خلافت کے نام یہی تاکید کی گئی تھی کہ "کفن باندھ کر سر پر آؤ"

اس کانفرنس کا ایجنڈا مرتب کرنے کیلئے جب سبجیکٹ کمیٹی کا اجلاس ہوا تو اس میں دفعتاً یہ راز کھلا کہ مدعوئین کانفرنس کی ساری کاوشیں محض اسلئے ہیں کہ مرکز خلافت جسے مولانا شوکت علی نے بمبئی میں قائم کیا ہے دہلی منتقل ہو جائے۔

میں نے مندوبین کانفرنس کی حوصلہ شکنی دیکھتے ہوئے اسی سبجیکٹ کمیٹی میں ہجرت کا ریزولیشن

پیش کر دیا، جس سے مندوبین کانفرنس میں ایک کہرام سا مچ گیا اور وہ بغلیں جھانکتے ہوئے آپس میں سرگوشیوں میں مشغول ہوگئے۔ پھر کنویسنگ شروع ہوئی، پھر ووٹنگ ہوئی اور میرا ریزولیوشن دیکھتے ہی دیکھتے گر گیا، لیکن میں نے شکست تسلیم نہیں کی اور اعلان کر دیا کہ میں کانفرنس کے کھلے اجلاس میں اسے پیش کروں گا۔ ایک مندوب کی حیثیت سے یہ میرا آئینی حق تھا، چنانچہ جب دوسرے دن کانفرنس کا کھلا اجلاس ہوا تو میرا نام مقررین کی فہرست میں شامل تھا، مگر جونہی کہ مجھ سے پہلے ایک مقرر نے اپنی تقریر شروع کی، تو منتظمین میں سے ایک نے قریب آکر میرے کان میں کہا کہ کوئی صاحب آپ سے ضروری مشورہ کرنا چاہتے ہیں آپ ذرا سی دیر کے لئے اسٹیج سے اس طرف آکر انکی بات سن لیجئے۔ میں یہ سن کر ان کے ساتھ ہولیا وہ مجھے ایک طرف کو لے گئے وہاں منتظمین میں سے ایک اور نے مجھ سے باتیں شروع کر دیں اور جب میں تھوڑی دیر کے بعد واپس پہنچا تو مجھ سے پہلے مقرر کا وقت ختم ہو چکا تھا اور دوسرا مقرر جس کا نمبر میرے بعد آنا تھا کھڑا ہو کر تقریر کر رہا تھا۔ میں نے صدر صاحب جلسہ سے اس کے متعلق جب استفسار کیا تو انہوں نے کہا کہ آپ کا نام بولا گیا تھا مگر آپ موجود نہ تھے۔ اس لیے آپ کا وقت جاتا رہا ہے۔ میں یہ سن کر غصے سے بھڑک اٹھا اور آپے سے باہر ہو کر منتظمین جلسہ کی اس فریب کاری کے بر خلاف پبلک سے احتجاج شروع کرنے لگا۔ تھوڑی دیر کے لئے جلسہ گاہ میں ہنگامی صورت پیدا ہو گئی۔ مولانا حسرت موہانی نے مجھے سکون بخشنے کی کوشش کی اور کہا کہ چونکہ اس کانفرنس کو ہجرت کے مقصد کے لئے طلب نہیں کیا گیا۔ اس لیے آپ اس موضوع کو یہاں زیر بحث نہ لائیں۔ ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم آپ کے لئے آج ہی شام ایک علیحدہ پبلک جلسہ کا انتظام کیے دیتے ہیں۔ مسٹر آصف علی بیرسٹر اس جلسے کی صدارت کریں گے آپ وہاں ہجرت کے موضوع پر تقریر کریں۔ میں نے شرط لگائی کہ میں اس وقت تک آپ کی تجویز کو نہیں مانوں گا، جب تک کہ آپ اس کانفرنس میں اس موعودہ پبلک جلسہ کا اعلان نہ کر دیں۔ چنانچہ اسی وقت مولانا حسرت موہانی نے اعلان کیا کہ آج رات پاٹودی ہوس میں ایک پبلک جلسہ منعقد ہوگا، جس کی صدارت دہلی کے مسٹر آصف علی بیرسٹر صاحب فرمائیں گے۔ اس میں ہجرت کے موضوع پر جناب فلاں (میری طرف اشارہ کر کے) تقریر کریں گے، لوگوں نے بیک آواز کہا کہ ہم ضرور اس جلسے میں آئیں گے۔ میں یہ سن کر اطمینان سے بیٹھ گیا اور شام کے جلسے کا انتظار کرنے لگا۔

شام کو حسب وعدہ اور اعلان جلسہ منعقد ہوا اور لوگ ہزاروں کی تعداد میں آئے۔ کوئی پچیس ہزار کے لگ بھگ کا مجمع تھا۔ جلسے کی صدارت مسٹر آصف علی بیرسٹر نے کی، لیکن وہ اپنی افتتاحی تقریر کرنے کے بعد ایک ضروری کام کا بہانہ کر کے جلسہ گاہ سے چلے گئے اور اپنی صدارت مولانا داؤد غزنوی کے سپرد کر گئے۔

مولانا داؤد غزنوی نے صدارت کے فرائض سنبھالتے ہی مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو تقریر کرنے کا موقع دیا۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی میدان سیاست میں یہ تیسری تقریر تھی، پہلی تقریر وہ امرتسر کے اجلاس میں کر چکے تھے، جس کا ذکر اس سے پہلے کیا گیا ہے اور دوسری تقریر انہوں نے دہلی میں اسی خدام

خلافت کانفرنس میں کی تھی، جس سے انکی دھاک لوگوں کے دلوں پر بیٹھ گئی تھی۔ وہ بلا کے خوش الحان تھے اور جب وہ قرآن کی سورتوں کو خوش الحانی سے پڑھتے تھے تو لوگوں کے دلوں کو گویا چیر دیتے تھے اور ویسے بھی وہ نہایت باذوق اور بلیغ مقرر تھے۔ دہلی میں ان کی ایک ہی تقریر نے لوگوں کے دلوں کو مسخر کر لیا تھا اور ان کی شہرت ایک ہی دن میں دہلی شہر میں پھیل گئی تھی۔ اس ہمارے جلسے میں جس کا موضوع اور مقصد "ہجرت" تھا، دراصل اتنا کثیر مجمع انہی کی متوقع تقریر سننے کے لئے گرد آ گیا تھا لیکن جب وہ اٹھے تو انہوں نے بجائے ہجرت کے عدم تعاون کو اپنا موضوع سخن بنایا اور لوگوں کو اپنے جادو ئے تقریر سے مسحور کرنا شروع کر دیا انکی تقریر آٹھ بجے شب کے قریب شروع ہوئی تھی اور اب رات کے بارہ بج گئے تھے۔ لوگوں میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ وہ دم بہ خود ہو کر ان کی دلآویز تقریر سننے میں محو تھے۔ میں انکی تقریر کے اثرات کا لوگوں پر اندازہ کر رہا تھا اور اپنے جی میں گھبرا رہا تھا کہ اب کیا ہوگا۔ مجھے ہرگز امید نہ تھی کہ اس جلسے میں ہجرت کی تحریک کو پیش کر سکوں گا۔ جب بارہ بجنے کے قریب آئے تو میں نے صدر صاحب سے اشارۃً کہا کہ اب تو انہیں بٹھائیے۔ اس پر وہ لوگ جو آس پاس بیٹھے تھے اور جنہیں معلوم تھا کہ میں وہ شخص ہوں جو ہجرت کی تحریک پیش کرنا چاہتا ہوں، زور سے چلا اٹھے کہ اگر سید عطاء اللہ شاہ بخاری تمام رات تقریر کرتے رہیں گے تو ہم سنتے رہیں گے۔ لیکن اگر آپ نے ان کو بٹھا دیا تو ہم جلسہ گاہ سے اٹھ کر چلے جائیں گے۔ مجھ پر ان کے اس کہنے سے اوس پڑ گئی۔ بھرے مجمع نے بھی اس چلاہٹ کی بڑے جوش و خروش کے ساتھ تائید کی۔ صدر صاحب نے اشارے سے مجھے خاموش رہنے کو کہا حتی کہ ساڑھے بارہ بج گئے۔ میں جو صدر صاحب کی کرسی کے پاس ہی بیٹھا تھا میں نے صدر صاحب کی پنڈلی میں چٹکی لی۔ انہوں نے میرا اشارہ سمجھ کر سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو اپنی تقریر ختم کرنے کے لئے پندرہ منٹ اور دے دیئے۔ اس پر بھی انہوں نے آدھا گھنٹہ اور لے ہی لیا۔ اب جب انہوں نے بیٹھنا چاہا تو لوگوں نے پھر شور مچانا شروع کر دیا۔ مگر داؤد غزنوی نے ان سے اٹھ کر کہا کہ یہ دہلی کے مسلمانوں کی مہمان نوازی کی شان کے برخلاف ہے کہ وہ باہر سے آئے مہمانوں میں سے ایک کی تقریر تو سنیں اور دوسروں کی نہ سنیں۔ لوگوں نے اس بات کا اثر قبول کیا۔ لیکن پھر بھی مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے بیٹھنے اور میرے اٹھنے تک مجمع ہل چکا تھا اور لوگ کافی تعداد میں جانے شروع ہو گئے تھے۔ میری آواز میں اگرچہ دل آویزی نہ تھی لیکن قدرت نے مجھے مارشل آواز عطا کر رکھی ہے۔ مجھے اعتراف ہے کہ جب میں تقریر کرنے کھڑا ہوا تو فرط خوف سے میری ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ پھر بھی میں نے اللہ کا نام لے کر اپنی تقریر شروع کر دی اور ابتداء میں اپنے اور مجمع کے گرمانے کے لئے علامہ اقبال کے جواب شکوہ کے حساس حصوں کو جو مجھے ازبر یاد تھے۔ اپنی بلند اور مارشل آواز سے پڑھنا شروع کر دیا۔ میں نے لوگوں سے کہا کہ جو کچھ میرے بھائی مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے فرمایا ہے، یہ انسانی فطرت کی انتہائی دانش مندانہ بات ہے۔ ہمیں فی الواقعی موجودہ حالات میں ایسا ہی کرنا چاہیئے تھا۔ لیکن وہ علیم و حکیم جو اپنے بندوں کا خالق ہے اور جس نے ہمیں انسانی دانش اور پھر نعمت اسلام عطا کر رکھی ہے۔ ایسے صبر آزما حالات میں اپنی حکمت اور اپنا قانون بھی

بیان فرماتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر تم کسی جگہ اپنے ایمان اور اپنے اسلام کو سلامت نہ رکھ سکو تو وہاں سے کسی اور طرف ہجرت کر جاؤ۔ اور ساتھ ہی میں نے یہ آیت بھی پڑھ دی۔

یاایھاالذین آمنو ان ارضی واسعہ فایای فاعبدون۔

اے ایمان والو! میری زمین وسیع ہے۔ پس جہاں تم سے ہو سکے صرف میری ہی عبادت کرو۔

پس لوگو! اب تمہارا اختیار ہے خواہ اپنی دانش سے کام لو یا خدائے علیم و حکیم کی حکمت و دانش پر عمل کرو۔

کچھ دنوں بعد مجھے معلوم ہوا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے نہایت مستعدی اور گرم جوشی سے ہجرت کی تبلیغ شروع کر رکھی ہے۔ میں نے اس تائید غیبی پر خدا کا شکر ادا کیا۔ میں نے ازراہ تفنن مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے پوچھا کہ اب تو آپ میرے ساتھ ہی ہجرت کریں گے؟ جس پر انہوں نے فرمایا کہ آپ آگے جائیں میں آپ کے پیچھے مہاجرین کے لشکر روانہ کرتا رہوں گا۔

میں جب ۱۹۳۰ء میں (افغانستان سے رہا ہو کر) ہندوستان واپس آیا تو مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اور شیخ حسام الدین وغیرہ اس وقت مجلس احرار اسلام میں شامل تھے اور مجلس احرار ان دنوں فروغ پا رہی تھی۔

ان کی باتیں تو عطاء الٰہی ہوتی ہیں

حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

وہ یگانۂ روزگار خطیب ہیں۔ قادیانیوں کے خلاف ان کی ایک تقریر ہماری پوری تصنیف سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ عطاء اللہ، عہدِ نبوت میں ہوتے تو ناقۂ رسالت کے حُدی خواں ہوتے۔

علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ

ان کا دل صرف اسلام کیلئے دھڑکتا ہے۔ وہ اس زمانہ میں اسلام کی زبان ہیں۔

مولانا سید حسین احمد مدنیؒ

عطاء اللہ شاہ علماء کی آبرو ہیں۔

ابو حنیفۂ ہند حضرت مفتی کفایت اللہ دہلویؒ

وہ ولی کامل اور اسلام کی برہنہ شمشیر ہیں جب تک وہ زندہ ہیں اسلام کو کوئی خطرہ نہیں

مولانا احمد علی لاہوریؒ

وہ کسی ایک کے نہیں سب کے ہیں۔ وہ اسلام کی مشین ہیں۔ اس قسم کے نابغہ لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ وہ روزمرہ کی زبان میں دین کے بڑے بڑے مسئلے حل کر جاتے ہیں۔

مولانا شبیر احمد عثمانیؒ